QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ناپسندیدہ اعمال اور ان کے سدِّباب کے طریقے: موجودہ معاشرتی بگاڑ کا اصلاحی تجزیہ

Undesirable Deeds in the Light of Qur'anic Teachings and Their Remedies: An Analytical Study of Contemporary Social Disorder

1. ***Hafiz Farhal Ameer***
   Teaching Staff, Punjab Education Department, Pakistan.
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.
2. ***Hafiza Ambreen Fatima***
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.

Abstract

This research paper examines, in the light of the Qur'an, the traits and actions of those individuals whom Allah Almighty does not love. The Qur'an repeatedly uses the expression "Lā yuḥibbu" (Allah does not love) to describe people who embody negative moral and social characteristics such as transgression, spreading corruption, usury, ingratitude, disobedience to the Messenger ﷺ, injustice, arrogance, betrayal, and boastfulness. These vices are not only destructive for an individual's spiritual and moral life but also lead to widespread societal disorder, injustice, and moral decline. The study concludes that the absence of divine love results in deprivation, both in this world and the Hereafter, while the root causes of contemporary social problems can be traced back to these same condemned attributes. The findings emphasize that the only way to attain Allah's love and to build a just, peaceful, and harmonious society is through adherence to the Qur'an and unconditional obedience to the Prophet Muhammad ﷺ. The paper also recommends moral self-accountability, incorporation of Qur'anic values into education, the elimination of unjust economic practices like usury, and the revival of Prophetic teachings of humility, justice, and gratitude as solutions for modern-day challenges.

Keywords: *Qur'anic Teachings, Divine Displeasure, Undesirable Deeds, Social Disorder, Contemporary Challenges, Ethical Reforms and Obedience to the Prophet* ﷺ

موضوع کا تعارف

اللہ رب العزت کی محبت انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت اور سعادت ہے۔ جو شخص اللہ کا محبوب بن جائے، دنیا و آخرت کی کامیابیاں اس کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہیں۔ لیکن قرآن پاک میں جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کن لوگوں سے محبت فرماتا ہے، وہیں واضح الفاظ میں ان اوصاف اور اعمال کا بھی ذکر موجود ہے جن کے حامل افراد اللہ پاک کی محبت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ آیات دراصل ایک تنبیہ اور اصلاح کا پیغام ہیں تا کہ انسان ان خصلتوں سے بچے جو رب کریم کی ناراضی کا سبب بنتی ہے۔ محبتِ الٰہی سے محروم ہونا سب سے بڑی محرومی ہے کیونکہ جب بندہ رب کی محبت سے دور ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی گناہوں، فساد، ظلم اور تکبر سے بھر جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر ایسے کردار بیان کیے گئے ہیں جیسے فساد پھیلانے والے، ظالم، کافر، خیانت کرنے والے، فخر و غرور کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے لوگ۔ یہ صفات نہ صرف دنیا میں انسان کی عزت اور سکون کو برباد کر دیتی ہیں بلکہ آخرت میں بھی اس کے لیے سخت عذاب کا سبب بنتی ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس مضمون میں ہم قرآن مجید کی ان آیات کا تفصیلی مطالعہ کریں گے جن میں ان افراد اور گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں فرماتا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ان برائیوں سے پاک کریں اور ان اوصاف کو اپنائیں جو اللہ کے محبوب بندوں کی پہچان ہیں۔ یوں ہم نہ صرف ربّ کریم کی محبت حاصل کر سکتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں سرخرو بھی ہو سکتے ہیں۔

جن لوگوں سے اللہ پاک محبت نہیں فرماتا تو قرآن پاک میں ان کے لیے لفظ لایحب استعمال ہوا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ مختلف سورتوں میں 16 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔[1] جس میں ناپسندیدہ افراد کے برے اعمال کو ذکر کیا گیا ہے۔

شریعت کی حدود کو تجاوز کرنے والے:

سورۃ البقرۃ میں ناپسندیدہ افراد کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ولاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین۔[2]

ترجمہ: اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔

ولا تعتدوا بابتداء القتال، أو بقتال المعاهد، أو المفاجأة به من غير دعوة، أو المثلة، أو قتل من نهيتم عن قتله. إن الله لا يحب المعتدين لا يريد بهم الخير۔[3]

ترجمہ: "اور زیادتی نہ کرو: نہ قتال کی ابتداء میں، نہ کسی معاہد (جس سے امن کا معاہدہ ہو) کو قتل کرنے میں، نہ بغیر دعوت کے اچانک حملہ کرنے میں، نہ مُثلہ (لاش کو بگاڑنے) میں، اور نہ اس شخص کو قتل کرنے میں جس کے قتل سے تمہیں روکا گیا ہے۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کے لیے بھلائی نہیں چاہتا۔"

اس تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ جنگ کے اسلامی آداب اور حدود کو واضح ہیں۔ یہاں اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ مسلمان نہ تو جنگ کی ابتدا خود کریں، نہ کسی معاہد شخص کو نقصان پہنچائیں، نہ بغیر دعوت یا وضاحت کے اچانک حملہ کریں، نہ مقتول کی لاش کی بے حرمتی کریں، اور نہ ایسے افراد کو قتل کریں جن کے قتل سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ قتال صرف حق اور انصاف کے دائرے میں ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کے لیے بھلائی نہیں چاہتا۔ اگر ہم آیت مبارکہ کا عموم مراد لیں تو شریعت نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کی ہے۔ جب کوئی بندہ اس حد کو تجاوز کرتا ہے تو وہ زیادتی کرنے والا شمار ہوتا ہے اور جس شخص میں یہ خصلت پائی جائے تو وہ شخص اللہ پاک کے ناپسندیدہ افراد میں شامل ہوتا ہے۔

فساد برپا کرنے والے:

سورۃ البقرہ میں ہی ناپسندیدہ بندوں کی خصلت کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

---

[1] عبد الباقی، محمد فواد ، المجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم ، ناشر دار الكتاب المصرية ، القاهرة ، ج :ا، ص: 191-192
[2] البقرة:2:190
[3] البیضاوی، عمر، عبد اللہ، متوفیٰ 685ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل،سورة البقرةتحت الآیۃ 190،(ط.1، بیروت، دار احیاء التراث العربی،1418ھ) ج:1،ص:128

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

واللہ لایحب الفساد۔[4]

ترجمہ: اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

یہاں آیت مبارکہ میں اگرچہ ایک خاص منافق کا تذکرہ ہے لیکن یہ آیت بہت سے لوگوں کو سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی زبان بڑی میٹھی ہے، گفتگو بڑی نرمی سے کرتے ہیں، بڑی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں لیکن درپردہ دین کے مسائل میں یا لوگوں میں یا خاندانوں میں فساد برپا کرتے ہیں اور ہلاکت و بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

سودخور، ناشکرے و گنہگار:

سورۃ البقرۃ میں ہی ناپسندیدہ افراد کی خصلت کو بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

یمحق اللہ الربوٰا و یربی الصدقٰت واللہ لایحب کل کفار اثیم۔[5]

ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے، بڑے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کی تفسیر میں البحر المحیط میں ہے۔

والله لا يحب كل كفار أثيم فيه تغليظ أمر الربا و إيذان أنه من فعل الكفار لا من فعل أهل الإسلام، و أتى بصيغة المبالغة في الكافر والآثم، وإن كان تعالى لا يحب الكافر، تنبيها على عظم أمر الربا ومخالفة الله۔[6]

ترجمہ: "اور اللہ ہر سخت ناشکرے اور گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں سود کی حرمت کو سختی سے بیان کیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ سود کا کام کافروں کا عمل ہے، نہ کہ اہلِ اسلام کا۔ یہاں کافر اور گناہ گار کے الفاظ میں مبالغے کا صیغہ لایا گیا ہے، اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کافر کو پسند نہیں کرتا، اس میں سود کے معاملے کی سنگینی اور اللہ کی نافرمانی کی شدت پر تنبیہ ہے۔"

اس تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سود کی حرمت کو انتہائی سخت انداز میں بیان کیا ہے۔ آیت میں "کفار" اور "گناہ گار" کے لیے مبالغے کے صیغے استعمال کر کے یہ بتا دیا گیا کہ سود لینا کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ ایسا جرم ہے جو ایمان کے منافی اور کافروں کی عادت ہے۔ اگرچہ عام طور پر اللہ تعالیٰ کافر کو پسند نہیں کرتا، لیکن یہاں خاص طور پر سود کے معاملے کو کفر اور بڑے گناہ کے ساتھ جوڑ کر اس کی قباحت کو اور زیادہ نمایاں کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سود کا لین دین صرف دنیاوی نقصان نہیں بلکہ اخروی ہلاکت اور اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔

اللہ و رسول کے حکم کی روگردانی کرنے والے:

سورۃ آل عمران میں اللہ پاک کو ناپسند افراد کی خصلت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فا ن اللہ لایحب الکافرین۔[7]

---

4 البقرۃ:205:2

5 البقرۃ:276:2

6 محمدبن یوسف، ابو حیان، متوفیٰ 745، البحر المحیط فی التفسیر، سورۃ البقرۃ تحت الآیۃ 276،(ط.1،بیروت، دارالفکر،1420ھ) ج:2،ص:710

7 آل عمران:32:03

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترجمہ: تم فرمادو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابوحیان اندلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

قل أطيعوا الله والرسول هذا توكيد لقوله: فاتبعوني، وروي عن ابن عباس أنه لما نزل قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله قال عبد الله بن أبي لأصحابه: إن محمدا يجعل طاعته كطاعة الله، ويأمر بأن نحبه كما أحبت النصارى عيسى بن مريم، فنزل قل أطيعوا الله۔ فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين والمعنى: فإن تولوا عما أمروا به من اتباعه وطاعته فإن الله لا يحب من كان كافرا۔[8]

ترجمہ: "تم فرمادو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو" یہ فرمان اس ارشاد کی تاکید ہے: "پس میری پیروی کرو"۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ، اللہ تم سے محبت فرمائے گا"، تو عبد اللہ بن اُبی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "محمد اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے برابر قرار دیتا ہے، اور یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اسے اسی طرح چاہیں جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو چاہا"۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: "تم فرمادو کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو"۔ "پھر اگر وہ منہ پھریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔" "اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس چیز سے منہ موڑلیں جس کا حکم انہیں دیا گیا ہے، یعنی آپ کی پیروی اور اطاعت سے، تو بے شک اللہ اس شخص سے محبت نہیں کرتا جو کافر ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے فرمایا گیا کہ اے حبیب! ﷺ، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری اطاعت اس لئے واجب کی کہ میں اس کی طرف سے رسول ہوں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ اس کے رسول ہی ہیں اس لئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اطاعت سے منہ پھیریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت:

تاجدارِ رسالت ﷺ کی اطاعت ہی محبتِ الٰہی عزوجل کی دلیل ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا حصول، اپنی خوشنودی اور قرب کو حضور ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا۔ اب کسی کو رضا و قربِ الٰہی ملے گا تو محبوبِ رب ﷺ کی غلامی کے صدقے ملے گا ورنہ دنیا جہاں کے سارے اعمال جمع کر کے لے آئے، اگر اس میں حقیقی اطاعتِ مصطفٰی ﷺ موجود نہ ہو گی وہ بارگاہِ الٰہی عزوجل یقینی طور پر مردود ہو گا۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى»، قالوا: يا رسول الله، ومن يأبى؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة»۔[9]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ، انکار کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

8 محمدبن یوسف، ابو حیان، متوفیٰ 745، مرجع سبق ذکرہ، ج:3،ص:104

9 بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، الجامع الصحیح ،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب بالاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ،(ط.1دمشق، دار طوق النجاۃ،1422ھ)، ج:9، ص :92

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نہایت جامع انداز میں جنت کے راستے کو واضح فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ آپ کی امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جو خود انکار کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے حیرت سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! جنت سے انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ انکار کرنے والا ہے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اللہ کا عظیم فضل ہے لیکن اس کے لیے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور شریعت کی پیروی ضروری ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کی سنت اور احکام کو چھوڑ دیتا ہے وہ عملاً جنت سے انکار کرتا ہے، خواہ زبان سے نہ کرے۔ گویا جنت کی کنجی اطاعتِ رسول ﷺ میں ہے، اور نافرمانی خود کو جنت سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔و

ظلم کرنے والے:

اللہ پاک کے نزدیک ناپسندیدہ افراد کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ظلم کرنا ہے، اس کے بارے میں اللہ پاک نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا ہے۔

واللہ لایحب الظالمین۔[10]

ترجمہ: اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔

لسان العرب میں ظلم کی لغوی تعریف یوں کی گئی ہے۔ **الظلم: وضع الشیء في غیر موضعه۔**[11]

ظلم کی لغوی تعریف ہے کسی چیز کو اس کے اصل اور مناسب مقام سے ہٹا کر غلط جگہ رکھ دینا، خواہ یہ کسی کے حق کو غصب کرنا ہو، ناانصافی کرنا ہو یا کسی پر ناحق تکلیف ڈالنا ہو۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا واضح فرمایا ہے کہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، کیونکہ ظلم انسانی معاشرت کے توازن کو بگاڑ دیتا ہے، دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے اور امن و عدل کی بنیادوں کو کمزور کرتا ہے۔ ظلم صرف دوسروں پر زیادتی کرنے کا نام نہیں بلکہ خود اپنے نفس پر گناہ اور نافرمانی کے ذریعے ہونے والا نقصان بھی ظلم میں شامل ہے۔ اس لیے اسلام میں عدل و انصاف کو معاشرت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور ظلم سے مکمل اجتناب کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ظلم کے بارے میں آیا ہے۔

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن الظلم ظلمات يوم القيامة»[12]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یقیناً ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب بنے گا۔"

[10] آل عمران:57:03

[11] ابن منظور، محمد بن مکرم،متوفیٰ:711،لسان العرب،(ط.3، بیروت، دار صادر، 1414ھ) ج:12،ص373

[12] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفیٰ 261ھ، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، (ط. (بدونہ)،بیروت، دار احیاء التراث العربی)، ج: 4، ص:1996

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ظلم کے انجام کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ "ظلمات" یعنی تاریکیاں سے مراد یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ظلم کرتا ہے، قیامت کے دن اس کا انجام نہایت سخت اور خوفناک ہوگا، اور وہ متعدد مصیبتوں، پریشانیوں اور رسوائی کی گھنی تاریکیوں میں گھر جائے گا۔ دنیا میں ظلم دلوں کو سیاہ کر دیتا ہے، اور آخرت میں یہ ظلم حقیقی تاریکی کی صورت میں ظاہر ہوگا، جو انسان کو جنت کے راستے سے روک دے گی۔ یہ تاریکیاں اس کے نامۂ اعمال کو بوجھل کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے قریب لے جائیں گی۔ اس لیے ہمیں دینِ اسلام میں ظلم سے مکمل اجتناب اور عدل و انصاف اختیار کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے، کیونکہ عدل روشنی کا راستہ ہے اور ظلم اندھیروں کا راستہ ہے۔

عن سالم، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة، فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة»[13]

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے (دشمن کے حوالے کر کے) بے سہارا چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے، اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اور جو کسی مسلمان کی ایک مصیبت دور کرے، اللہ اس کے ذریعے قیامت کے دن کی ایک مصیبت اس سے دور کرے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے، اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

یہ حدیث مبارکہ اسلامی اخوت اور باہمی تعاون کا نہایت جامع پیغام دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے کا بھائی ہے، اس لیے نہ تو ایک دوسرے پر ظلم کرنا جائز ہے اور نہ ہی مشکل وقت میں دوسرے مسلمان بھائی کو تنہا اور بے سہارا چھوڑنا جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ اصول بھی بیان ہوا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات پوری فرماتا ہے۔ اسی طرح جو کسی مسلمان کی پریشانی یا مشکل کو دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک بڑی مصیبت دور فرمائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کے عیب یا کوتاہی کو چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کی اصل پہچان محبت، ہمدردی، مدد اور پردہ پوشی ہے، کیونکہ یہی اوصاف ایک مضبوط اور مہربان معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ اور یہ تمام چیزیں ظلم کے برعکس ہیں۔

متکبر و فخر کرنے والے:

متکبر و فخر کرنے والے بھی اللہ پاک کے نزدیک ناپسندیدہ افراد میں شامل ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

ان اللّٰہ لایحب من کان مختالا فخورا۔[14]

ترجمہ: بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

[13] مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفیٰ 261ھ، مرجع نفس الصفحۃ
[14] النساء: 36:04

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

تکبر اور فخر انسان کی اخلاقی و روحانی تباہی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ یہ صفات غرور، خود پسندی اور دوسروں کو کمتر سمجھنے کا رویہ پیدا کرتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں ان کی شدید مذمت آئی ہے اور یہ شیطان کی سب سے بڑی برائی قرار دی گئی ہے، جس نے تکبر کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔[15] ایسے رویے انسان کو عاجزی، انکساری اور اخوت کے نور سے محروم کر دیتے ہیں، جبکہ اسلام کا پیغام عاجزی، مساوات اور بھائی چارے پر مبنی ہے۔

حدیث پاک میں تکبر کرنے والے کے بارے میں وعید آئی ہے۔

عن عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر» قال رجل: إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسنا ونعله حسنة، قال: «إن الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق، وغمط الناس»[16]

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہو۔" ایک شخص نے عرض کیا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ تکبر صرف ظاہری لباس یا خوبصورتی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک باطنی بیماری ہے جس کی اصل جڑ دل میں خود پسندی اور دوسروں کو کمتر سمجھنے کا رویہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ اچھی پوشاک پہننا یا ظاہری خوبصورتی اختیار کرنا ممنوع نہیں، کیونکہ اللہ خود خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، مگر اصل مذموم چیز "**بطر الحق**" یعنی حق کو جھٹلا دینا یا قبول نہ کرنا، اور "**غمط الناس**" یعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ یہ رویہ انسان کو عاجزی اور انکساری سے دور کر دیتا ہے اور اس کا دل اللہ کی رضا کے لیے نرم ہونے کے بجائے سخت اور متکبر ہو جاتا ہے، جو کہ جنت میں داخلے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور شخص اللہ پاک کے ناپسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

خیانت کرنے والے و گنہگار:

خیانت کرنے والے اور گنہگار ہونا بھی ناپسندیدہ بندوں کے خصائل میں شامل ہے۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ لایحب من کان خوانا اثیما۔[17]

ترجمہ: بیشک اللہ پسند نہیں کرتا اسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو۔

---

15 البقرة :34:02

16 مسلم بن حجاج، (ابو الحسن)، متوفیٰ 261ھ، مرجع سبق ذکرہ، ج:1، ص:93

17 النساء:107:04

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس آیت مبارکہ سے بالعموم سب خائنوں کو اور بالخصوص وکالت کا پیشہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم و خائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیتا ہے اور ظالم کی طرف داری کرتا ہے، اس کی طرف سے دلائل پیش کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دوسرے فریق کا حق مارتا ہے اور نہ جانے کن کن حرام کاموں کا مرتکب ہوتا ہے۔ کورٹ کچہری سے تعلق رکھنے والے حضرات ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو اس طرح کی قباحتوں سے رک جانا چاہیے تاکہ اللہ پاک کے ناپسندیدہ افراد میں شامل ہونے سے بچا جا سکے۔

قرآن پاک میں ہی سورۃ الحج میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ لایحب کل خوان کفور۔[18]

ترجمہ: بیشک اللہ ہر بڑے بد دیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔

إن الله لا يحب كل خوان كفور، يعني: خوان في أمانة الله كفور لنعمته،[19]

ترجمہ: "بیشک اللہ ہر بڑے بد دیانت، ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔" یعنی "خوان" سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی دی ہوئی امانتوں میں خیانت کرتا ہے، اور "کفور" سے مراد وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ ناشکری کرتا ہے۔

اِس آیت کے ترجمہ و تفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو امانت میں خیانت کرنے والے اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے ہوں۔ "امانت" کا تعلق صرف مال یا چیزوں کی حفاظت سے نہیں بلکہ دین، ایمان، جسم، اولاد، علم اور وقت سب امانت ہیں۔ جو شخص ان میں خیانت کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی عطا کی ہوئی ذمہ داریوں کو ضائع کرتا ہے۔ اسی طرح ناشکری انسان کو کفرانِ نعمت کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ شکر انسان کو اللہ کی رحمتوں اور مزید انعامات کا حقدار بناتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مومن کی پہچان امانت داری اور شکر گزاری ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کی دی ہوئی امانتوں کی حفاظت کریں اور اس کی نعمتوں پر ہمیشہ شکر بجا لائیں، کیونکہ یہی رویہ اللہ کی محبت اور قرب کا ذریعہ ہے۔

حدیث مبارکہ میں جہاں منافق کی نشانیوں کو بیان فرمایا گیا تو اس میں منافق کی ایک خصلت خیانت کرنا بھی بیان کی گئی ہے۔

عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان"[20]

---

18 الحج:38:22

19 البغوی، الحسین بن مسعود (محیی السنۃ)، متوفیٰ :510ھ، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، سورۃ النساء تحت الآیۃ 80، (ط .1،بیروت، دار احیاء التراث العربی،1420ھ) ج: 3، ص:342

20 بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، مرجع سبق ذکرہ،ج:1، ص :16

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔"

نفاق کی نمایاں علامتوں میں سب سے پہلی یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ وہ اخلاقی برائی ہے جو انسان کے ایمان اور اعتماد دونوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے، حالانکہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرتا ہے اور اس میں کبھی خیانت نہیں کرتا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ جب اسے امانت دی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے، چاہے وہ مالی امانت ہو، کوئی راز ہو یا کسی کا اعتماد۔ بعض روایات میں ایک چوتھی نشانی کا اضافہ بھی آیا ہے کہ جب منافق جھگڑتا ہے تو حد سے بڑھ جاتا ہے، انصاف اور صداقت کو چھوڑ کر جھوٹ، گالی اور زیادتی پر اُتر آتا ہے۔ ان تمام علامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاق محض دل کا مرض نہیں بلکہ عملی رویوں میں بھی جھلکتا ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کلمہ گو مسلمان ہو مگر اس کے اخلاق میں یہ برائیاں ہوں تو وہ عملی نفاق کا شکار ہے، اور ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ سچائی، وعدے کی پاسداری، امانت داری اور انصاف جیسی ایمانی صفات کو اختیار کرے تاکہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ مومن بن سکے۔

اِترانے والا ہونا:

اللہ کو جو خصائل ناپسند ہیں ان میں اِترانا بھی ہے، قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

اذ قال له قومه لاتفرح ان الله لايحب الفرحين۔[21]

ترجمہ: جب اس (قارون) سے اس کی قوم نے کہا: اِتراؤ نہیں، بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر جلالین میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کی گئی ہے۔

{إذ قال له قومه} المؤمنون من بني إسرائيل {لا تفرح} بكثرة المال فرح بطر {إن الله لا يحب الفرحين} بذلك۔[22]

ترجمہ: جب بنی اسرائیل کے اہلِ ایمان نے قارون کو سمجھایا تو کہا: اپنی دولت پر اِترانے اور گھمنڈ کرنے والی خوشی نہ مناؤ، کیونکہ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو مال و دولت پا کر مغرور اور اِترانے والے ہو جاتے ہیں۔

یہ آیت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب قارون کو اللہ نے بے پناہ دولت دی تو بنی اسرائیل کے نیک لوگوں نے اسے سمجھایا کہ دولت پر غرور اور اِترانے والی خوشی مت کر، کیونکہ یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ اصل خوشی وہی ہے جو شکر کے ساتھ ہو، نہ کہ تکبر اور فخر کے ساتھ۔ دولت، منصب یا کسی بھی نعمت پر گھمنڈ کرنا انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، جبکہ عاجزی اور شکر گزاری انسان کو اللہ کی محبت اور رحمت کے قریب کرتی ہے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ نعمتوں کو اللہ کی عطا سمجھے اور ان پر فخر کرنے کے بجائے شکر ادا کرے۔

اِترانے کی وعید پر صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ ہے۔

---

[21] القصص:76:28

[22] الجلالین،محمد بن احمد محلی و عبد الرحمان بن ابی بکر، تفسیر الجلالین، سورة القصص تحت الآية 76، (ط. 1بدونہ، القاھرہ، دار الحديث ،) ،ص518

أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: «بينما رجل يجر إزاره من الخيلاء، خسف به، فهو يتجلجل في الأرض إلى يوم القيامة»[23]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی تکبر و غرور کے ساتھ اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا کہ اچانک زمین اس کو دھنسا دی گئی، پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا ہی چلا جا رہا ہے۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو مال و دولت، لباس اور ظاہری زیب و زینت پر کبھی بھی غرور اور اترانا نہیں چاہیے۔ جس شخص نے تکبر کے ساتھ اپنی چادر گھسیٹی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک عذاب میں مبتلا ہے۔ یہ انجام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اصل عزت و وقار مال و کپڑوں میں نہیں بلکہ عاجزی، تقویٰ اور اللہ کے حضور انکساری میں ہے۔ جو شخص غرور کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی کبریائی میں شریک ہونے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کریں اور ہمیشہ عاجزی و انکساری کو اپنائیں۔

اکڑ کر چلنے والا ہونا:

اللہ کو جو خصائل ناپسند ہیں ان میں اکڑ کر چلنا بھی ہے، قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہوتا ہے۔

ان الله لايحب كل مختال فخور۔[24]

ترجمہ: بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے۔

فخر اور اِختیال میں فرق:

اندرونی عظمت پر اکڑنا فخر ہے جیسے علم، حسن، خوش آوازی، نسب، وعظ وغیرہ اور بیرونی عظمت پر اکڑنا اختیال ہے جیسے مال، جائیداد، لشکر، نوکر چاکر وغیرہ، مراد یہ ہے کہ نہ ذاتی کمال پر فخر کرو اور نہ بیرونی فضائل پر اتراؤ، کیونکہ یہ چیزیں تمہاری اپنی نہیں بلکہ اللہ کریم کی عطا کی ہوئی ہیں اور وہ جب چاہے واپس لے لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص امیر ہو یا غریب اسے حقیر نہیں جاننا چاہئے بلکہ جس سے بھی ملاقات ہو تو اس کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے اور اچھے انداز میں اس سے بات چیت کرنی چاہئے۔ غریبوں کو حقیر جان کر ان سے منہ موڑنا اور ان سے بات چیت کے دوران ایسا انداز اختیار کرنا جس میں حقارت کا پہلو نمایاں ہو اسی طرح امیر لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا سب تکبر کی علامات ہیں، ان سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔

حدیث پاک میں بھی اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدثني أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاثة أيام»[25]

---

[23] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، مرجع سبق ذکرہ،ج:4، ص :177
[24] لقمان:18:31
[25] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفیٰ 256ھ، مرجع سبق ذکرہ،ج:8، ص :18

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا"ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور سب اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو باہمی تعلقات درست رکھنے کی ہدایت دی ہے۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان نفرت، حسد، بغض اور قطع تعلق کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ رویے شیطانی وسوسوں کو جنم دیتے اور معاشرتی بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ اخوت، محبت اور بھائی چارے سے رہیں تاکہ اتحاد اور اتفاق قائم رہے۔ اگر کبھی وقتی ناراضی ہو بھی جائے تو وہ تین دن سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ لمبے عرصے تک قطع تعلق دلوں کو سخت اور تعلقات کو ٹوٹنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے بہترین مسلمان وہ ہے جو صلح کی ابتدا کرے اور سلام کے ذریعے رشتے کو جوڑ دے۔

عاجزی وانکساری کی تعلیم سیرت رسول عربی ﷺ کی روشنی میں:

رسالتِ مآب ﷺ لوگوں سے اُلفت فرماتے اور ان سے نفرت نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے بااخلاق فرد کی عزت فرماتے اور اسے اس کی قوم پر حاکم مقرر کر دیتے تھے۔ (بداخلاق) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے، ان سے احتراز فرماتے، نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیں اور بد اخلاقی سے پیش آئیں۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر کوئی شخص یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کے نزدیک عزت والا ہے۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت سے زیادہ قریب ہوتا تو آپ ﷺ صبر فرماتے یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اٹھ کر چلا جاتا۔ جو شخص بھی اپنی حاجت کے لئے آپ ﷺ سے سوال کرتا تو اسے دے کر بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے۔ غرض یہ کہ آپ کا اخلاق اس قدر وسیع تھا کہ وہ تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اگر ہم محبوبِ خدا بننے کے متمنی ہیں تو ان اوصاف کو اپنانا ہو گا۔

خلاصہ بحث:

زیرِ نظر مقالہ میں قرآنِ مجید کی روشنی میں ان اوصاف و اعمال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر "لا یحب" کے الفاظ سے ایسے گروہوں اور افراد کا ذکر کیا گیا ہے جن کی روش اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔ ان میں حدود سے تجاوز کرنے والے، فساد پھیلانے والے، سود خور، ناشکرے و گنہگار، رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے، ظالم، متکبر، خیانت کار، ناشکرے اور اترانے والے شامل ہیں۔ ان تمام صفات کا تعلق براہِ راست انسانی اخلاق، روحانیت اور معاشرتی زندگی سے ہے۔ جب یہ برائیاں کسی معاشرے میں عام ہو جاتی ہیں تو عدل و انصاف ختم ہو جاتا ہے، محبت و اخوت دم توڑ دیتی ہے اور معاشرتی بگاڑ کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ مقالہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ اللہ کی محبت اور رضا حاصل کرنے کے لیے ان تمام منفی اوصاف سے بچنا اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنا ناگزیر ہے۔

نتائج بحث:

* قرآنِ مجید کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ان افراد کو پسند نہیں کرتا جو ظلم، تکبر، فسق و فجور اور خیانت جیسے اعمال میں مبتلا ہوں۔

* معاشرتی بگاڑ اور اخلاقی زوال کی بنیادی وجہ یہی اوصافِ مذمومہ ہیں جن سے قرآن نے بار بار روکا ہے۔
* عصرِ حاضر میں بھی یہی خرابیاں معاشرے کو تباہی اور انتشار کی طرف لے جا رہی ہیں، جس کا نتیجہ ظلم، غربت، بے سکونی اور ناانصافی کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔
* قرآن وسنت پر مبنی اصلاحی نظام ہی ان برائیوں کا حقیقی علاج فراہم کر سکتا ہے۔
* اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ صرف رسولِ اکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور ان کی سنت کی پیروی میں مضمر ہے۔

تجاویز:

* انفرادی اصلاح: ہر شخص اپنی ذات کا محاسبہ کرے اور اپنی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالے تاکہ اللہ کی ناپسندیدہ صفات سے محفوظ رہ سکے۔
* تعلیمی نصاب میں اصلاح: نصابِ تعلیم میں قرآنی اخلاقی تعلیمات اور سیرتِ نبوی ﷺ کو بطورِ عملی نمونہ شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اخلاقی اقدار سے بہرہ ور ہو۔
* سماجی و دینی بیداری: علما، دانشور اور سماجی رہنما اصلاحی تحریکوں کے ذریعے عوام میں یہ شعور پیدا کریں کہ معاشرتی بگاڑ کا علاج صرف قرآن وسنت کے عملی نفاذ میں ہے۔
* معاشی نظام کی تطہیر: سود، دھوکہ اور ناانصافی پر مبنی نظامِ معیشت کو ختم کر کے اسلامی اصولوں پر مبنی عادلانہ نظام قائم کیا جائے۔
* اطاعتِ رسول ﷺ پر زور: معاشرے میں سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں عاجزی، ہمدردی، شکر گزاری، عدل و امانت اور بھائی چارے جیسے اوصاف کو فروغ دیا جائے تاکہ ہم اللہ کی محبت کے مستحق بن سکیں۔

کتابیات

* عبد الباقی، محمد فواد۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم . القاہرۃ: دار الکتاب المصریۃ، ۱۹۹۰۔
* البیضاوی، عمر بن عبد اللہ۔ انوار التنزیل واسرار التاویل . بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷۔
* محمد بن یوسف، ابو حیان۔ البحر المحیط فی التفسیر . بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۰۔
* بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح . دمشق: دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۱۔
* ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب . بیروت: دار صادر، ۱۹۹۵۔
* مسلم بن حجاج، ابو الحسن۔ صحیح مسلم . بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۸۔
* البغوی، الحسین بن مسعود۔ معالم التنزیل فی تفسیر القرآن . بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۲۔
* الجلالین، محمد بن احمد محلی وعبد الرحمان بن ابی بکر۔ تفسیر الجلالین . القاہرۃ: دار الحدیث، ۱۹۹۹۔